



پیرِ رومی
اور
مُریدِ ہندی

ہم نوگر محسوس ہیں ساحل کے خریدار
 ایک بکھر پر آشوب ویرا سر رہے رومی
 تو بھی ہے اسی تافلہ شوق میں اقبال !
 جس تافلہ شوق کا سالار ہے رومی
 اس عصر کو بھی اس نے دیا ہے کوئی پیغام
 کہتے ہیں چراغ رہا سر رہے رومی

جواب

کہ نباید خورد و جو پانچوں خنراں
 آہوانہ در نعتن چسرا رخواں
 مصر کہ کاه و تو خورد و قسراں شود
 مصر کہ نور حق خورد و قسراں شود

(یورپ سے ایک خط)

فردوس میں روحی سے یہ کہتا تھا سنائی
مشرق میں ابھی تک ہے وہی کاسہ ہی آتش
حلاج کی بسکن یہ روایت ہے کہ آخر
اک مر و قلند نے کیا رازِ خودی فاش

(اقبال)

غلط نگر ہے تری چشم نیم باز اب تک!
ترا وجود تے واسطے ہے راز اب تک!
ترا نیاز نہیں آشنائے ناز اب تک!
کہ ہے قیام سے خالی تری نماز اب تک!
گستاخ تار ہے تیری خودی کا ساز اب تک!
کہ تو ہے لغزشِ رومی سے بے نیاز اب تک!

(رومی)

پیر و مرید

مرید ہندی

چشم بینا سے ہے جاری ہوئے قول علم حاضر سے ہے دیں زار و زبول!

پیر رومی

علم را بر تن زنی مارے بود!
علم را بر دل زنی یارے بود!

مرید ہندی

اے امام عاشقان دردمند یاد ہے مجھ کو ترا حرفِ بلند!
خشک مغز و خشک تار و خشک پوست
از حجامی آید ایں آواز دوست!

دور حاضر مست چنگِ بے مروت! بے شہادت بے یقین بے حضور!
کیا خبر اس کو کہ ہے یہ راز کیا! دوست کیا ہے دوست کی آواز کیا!

یہ یورپ! با فروغ و تابناک
نغمہ اس کو گھنچنا ہے سوئے خاک!

پیر رومی

رسماع راست ہر کس حسیہ نیست!
ظلمہ ہر مرغ کے انجیہ نیست!

مرید ہندی

پڑھائے میں نے علوم شرق مغرب
روح میں باقی ہے اب تک ورم و کرب

پیر رومی

دست ہر نا اہل بیماریاں کند
سوئے مادر اک تیمارت کند

مرید ہندی

اے نگہ تیری مے دل کی شاد
کھول مجھ پر نکستہ حکم جہاد

پیر رومی

نقش حق را ہم با مر حق شکن
برز جارج دوست سنگ دست زن

مرید ہندی
ہے نگاہِ خاوراں سحرِ غرب
جو رِجنت سے ہے خوشتر و غرب!

پیرِ رومی
طاہرِ نقسہ گرا پیدا است و نو
دستِ دو جامہ ہم سپرِ گرد و ازدا!

مرید ہندی
آہِ مکتب کا جوانِ گرمِ خوں!
ساحرِ آفرنگ کا صیدِ زبوں!

پیرِ رومی
مرغ پر نازِ ستیہ چوں پراں شود
طعمِ کھسکِ سرِ گریہِ دریاں شود!

مرید ہندی
تا کج آویزشیں دیں و وطن
جو ہر جاں پر مقدم ہے بدن!

پیرِ رومی
قلبِ پہلوئی ز ند باز رہش
انتظارِ روزِ می داد و ذہب

مرید ہندی

بہر آدم سے مجھے آگاہ کر خاک کے ذرے کو مہر و ماہ کرا!

پیر رومی

ظاہر شمس را پیش آرد بچسب
باطن شمس آمد محیط ہفت چرخ!

مرید ہندی

خاک تیرے نور سے روشن بھر غایت آدم خبر ہے یا نظر؟

پیر رومی

آدمی دید است باقی پوست است
دبید آل باشد کہ دید دوست است!

مرید ہندی

زندہ ہے مشرق تری گفتے امیں مرقی ہیں کس آواز سے؟

پیر رومی

مہر ہلاک امت پیشیں کہ بود
ز انکہ بر جہل گماں بردند عود!

مرید ہندی
اسبلاں میں نہیں وہ رنگ بو سر کیوں کر ہو گیا اس کا لہو؟

بیر رومی
تادل صاحب دالے ناند بدرو
میتج توے را خدا رسوا نکرو!

مرید ہندی
گرچہ بے روتی ہے بازار دہود کون سے سودے میں ہے مرد کا سودو

بیر رومی
زیر کی بفروش حیرانی بخرا
زیر کی ظن است حیرانی نظر!

مرید ہندی
ہم نفس میرے سلاطین کے ندیم میں نقیر بے کلاہ دے بے کلیم!

بیر رومی
سندہ ایک مرد روشن دل شوی
یہ کہ بر فرق سر شاہاں روی!

مرید ہندی

اے شریکِ ستی خاصانِ بدر میں ہمیں سمجھا حدیثِ جبر و قدر

پیر رومی

بالِ بازال را سوئے سلطانِ برد
بالِ زغال را بگورستانِ برد

مرید ہندی

کار و بارِ خسروی یا را ہی؟ کیا ہے آخر غایتِ دینِ نبی؟

پیر رومی

مصلحتِ دروینِ ماجنگ و شکوہ
مصلحتِ دروینِ عیسے فار و کوہ

مرید ہندی

کس طرح قابو میں آئے آبِ گل؟ کس طرح بیدار ہو سینے میں دل؟

پیر رومی

بندہ باشش و برز میں رو چول ہمندا
چوں چنانہ نہ نے کہ برگردنِ برندا

مریدِ مندی

سُزِ دیں ادراک میں آنا نہیں! کس طرح اُسے قیامت کا یقین؟

پیرِ رومی

پس قیامت شو قیامت را بہیں!
دیدنِ ہر چہ سزا شرط است این!

مریدِ مندی

آسماں میں راہ کرتی ہے خودی! صیدِ مہر و ماہ کرتی ہے خودی!
بے حضور و با فروغ و بے فراغ! اپنے پیچھروں کے ہاتھوں داغ و اغ!

پیرِ رومی

آں کہ از زو صید را عشق است و بس
لیکن او کے گنجد اندر دام کس!

مریدِ مندی

تجھ پہ روشن ہے ضمیرِ کائنات کس طرح محکم ہو ملت کی حیات؟

پیرِ رومی

دانه باشی مرغ کانت بر چمنند!
 غنچه باشی کو در کانت بر چمنند!
 دانه پنہاں کن سراپا دام شو!
 غنچہ پنہاں کن گیاہِ یام اشو!

مرید ہندی

تو یہ کہتا ہے کہ دل کی کتلاش طالب دل باشی دورِ سکارِ باشی
 جو مراد دل ہے مرے سینے میں ہے میرا جو ہر میرے آئینے میں ہے

پیر رومی

تو ہی گوئی مراد دل نیست بہت
 دل فرازِ عرش باشد نے یہ بہت!
 تو دل خود را دے بنداشتہ
 جستجوئے اہل دل بگذاشتہ!

مرید ہندی

آسمانوں پر مرا فکر بلبدا میں زمیں پر خوار و زار و درو مند!
 کارِ دنیا میں رہا جاتا ہوں میں ٹھوکر میں اس راہ میں کھاتا ہوں
 کیوں مٹے بس کا نہیں کا رہیں ابلہ دیتا ہے کیوں دانائے دیں

خدا پر وطن اس کو بتاتے ہیں برہمن
انگریز سمجھتا ہے مسلمان کو گداگر
پنجاب کے ارباب نبوت کی شریعت
کہتی ہے کہ یہ مومن پارینہ ہے کافر
آوازہ حق اٹھتا ہے کب اور کدھر سے
مُسکین دلم ماندہ دریں کشمکش اندر

(دہندی مسلمان)

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت
 وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد
 وحدت کی حفاظت نہیں بے قوت یا زو
 آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل خدا داد
 اے مردِ خدا تجھ کو وہ قوت نہیں حاصل
 جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کر یاد
 مسکینی و محکومی و نومیدی جاوید
 جس کا یہ تصوف ہو وہ اسلام کراہی جاد
 ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
 ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد
 (ہندی اسلام)

ضمیر اس مدینیت کا دیں سے ہے خالی
فرنگیوں میں اخوت کا ہے نسب پہ قیام
بلند تر نہیں انگریز کی نگاہوں میں
قبولِ دینِ سچی سے برہمن کا مقام
اگر قبول کرے دینِ مصطفیٰ انگریز
سیاہ روز مسلمان رہے گا پھر بھی غلام!
(شاعتِ اسلام فرنگستان میں)

